

## انتہاء پسندی کی روک تھام تعلیماتِ نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روشنی میں

حضرت مولانا امداد اللہ مدظلہم

حضرت مولانا امداد اللہ صاحب دامت برکاتہم (ناظم وفاق المدارس العربیہ (سندھ) ناظم تعلیمات جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن اور رکن اسلامی نظریاتی کونسل) نے یہ مقالہ مؤرخہ ۷ دسمبر ۲۰۱۷ء کو اوقاف، مذہبی امور اور زکوٰۃ و عشر ڈپارٹمنٹ (حکومت سندھ) کی جانب سے منعقدہ ”صوبائی سیرت التبی کا نفرنس“ میں پیش کیا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

معزز مہمانانِ گرامی اور محترم حاضرین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انتہاء پسندی کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں اپنی امت کو کیا تعلیمات ارشاد فرمائی ہیں؟ اس پر کچھ عرض کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انتہاء پسندی کی تعریف اور اس کی حدود و اربعہ پر کچھ بات کی جائے۔

انتہاء پسند (جسے انگریزی میں ”Extremist“ کہتے ہیں) لغت میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی کام یا چیز کی انتہاء چاہتا ہو، یہ اعتدال پسند ”Moderate“ کی ضد ہے، لفظ کے ظاہر سے اس کا مفہوم ومعنی بہت وسیع ہے، لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں یہ لفظ صرف مذہب کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے، حالاں کہ اس لفظ کے دامن میں مذہب، سیاست، معاشرت، اخلاق، عقائد و اعتقادات اور کئی دیگر شعبے بھی آ سکتے ہیں۔

ہمیں ان اسباب اور وجوہات پر غور کرنا چاہیے جو انتہاء پسندی کا باعث بنتی ہیں، کوئی بھی انسانی اور اسلامی معاشرہ ایک خاندان کی طرح ہوتا ہے، جس کے افراد ایک دوسرے سے باہمی تعاون، تحمل و برداشت اور بھائی چارے کی بنیاد پر منسلک ہوتے ہیں۔ جب کسی معاشرے میں طبقاتی تقسیم شروع ہو جائے، معاشی عدم مساوات عام ہو جائے اور ذاتی مفادات کی خاطر ملی و قومی مفادات کو پامال کیا جانے لگے تو نتیجتاً انتہاء پسندی کی وبا پھیلتی ہے۔ آج دنیا میں انتہاء پسندی کا لفظ زبان زد عام و خاص ہو چکا ہے،

لیکن یہ حقیقت ہے کہ جو طاقتیں اس انتہاء پسندی کے حوالے سے زیادہ غیر معمولی حساسیت کا مظاہرہ کر رہی ہیں، انہی طاقتوں کی غیر مساویانہ بلکہ میں صاف کہوں گا کہ انتہاء پسندانہ پالیسیوں نے دنیا کو تباہی کے ڈہانے تک لا کھڑا کیا ہے۔ آج چوں کہ ”میڈیا وار“ اور ”ڈپلومیسی“ کا دور دورہ ہے، اب میدانوں سے زیادہ دیگر محاذوں پر جنگیں لڑی جا رہی ہیں، اس لیے اسلام دشمن قوتیں اپنے کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کے لیے الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا کا سہارا لے کر سارا ملبا مظلوم مسلمانوں پر ڈال دیتی ہیں۔

حالاں کہ یہ حقیقت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اور نظام کا مقصد پوری انسانیت کی فلاح اور ترقی تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی معاشرے کو ایک ایسی عمارت سے تشبیہ دی ہے جس کا ہر حصہ باقی اجزاء کو سہارا دیتا ہے اور مسلمانوں کو ایک جسم کی مانند قرار دیا ہے، جس کا ہر عضو دوسرے اعضاء کی تکلیف کو محسوس کرتا اور اُسے دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔

چوں کہ فرقہ بندی، علاقائیت، قومیت، صوبائیت اور لسانیت کی سوچ سے ایک اسلامی معاشرے کو بے حد نقصان پہنچتا ہے، اور اغیار کی بھی یہی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اس طرح کے باہمی اختلافات پیدا کر کے مسلمانوں میں انتشار پھیلانیں۔ تعلیمات نبویہ نے ان سارے راستوں کو بند کر دیا ہے جن سے انتہاء پسندانہ سوچ جنم لیتی ہے۔ حکمرانوں کی اطاعت اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ جڑے رہنے کے سلسلے میں ارشادات نبویہ مشعلِ راہ ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعصب پسندی کی حوصلہ شکنی فرمائی، مسلمانوں اور مسلمانوں کے ملکوں میں رہنے والی اقلیتوں کے قتل و قتال میں ملوث لوگوں کے لیے انتہائی سخت الفاظ بیان فرمائے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

”عن أبي قيس بن رباح عن أبي هريرة عن النبي - صلى الله عليه وسلم - أنه قال: من خرج من الطاعة وفارق الجماعة فمات، مات ميتة جاهلية، ومن قاتل تحت راية عمية يغضب لعصبية أو يدعو إلى عصبية أو ينصر عصبية، فقتل فقتله جاهلية ومن خرج على أمتي يضرب برها وفاجرها ولا يتحاش من مؤمنها ولا يفى لذي عهد عهده فليس مني ولست منه -“

(صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب الأمر بزم الجماعة عند ظهور الفتن، ج: ۶، ص: ۲۰، ط: دار الجلیل)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: جو شخص حکمران وقت کی اطاعت سے باہر نکل آئے اور مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو اور اسی حالت میں اُسے موت آئے تو یہ شخص جاہلیت کی

موت مرا۔ جو شخص عصبیت کی خاطر اندھا دھند کسی کے جھنڈے تلے لڑے، عصبیت کی طرف بلائے یا عصبیت کے لیے معاون بنے اور اس دوران وہ قتل ہو جائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ جو شخص میری اُمت کے خلاف برسرِ پیکار نکلے، نیک و بد کی تمیز کیے بغیر ہر شخص کو قتل کرتا پھرے، کسی مؤمن سے اپنی تلوار کو نہ بچائے اور نہ ہی کسی ذمی کے عہد کو پورا کرے تو نہ اُس کا مجھ سے کوئی تعلق اور نہ میرا اُس سے کوئی تعلق ہے۔“

اسلام کی اعتدال پسندی یہ ہے کہ وہ اپنی جان و مال، دین و وطن کے دفاع اور تحفظ کے لیے سینہ سپر رہنے کی تلقین بھی کرتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ کسی فرد یا قوم سے کسی دوسرے فرد یا قوم کو بلا تصور کوئی تکلیف نہ پہنچے، اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری آسمانی دین کو جن بے شمار خصوصیات اور امتیازات سے نوازا اُن میں ایک وصف خاص اور ایک طرز امتیاز یہ ہے کہ اس کا ہر حکم معتدل اور متوسط ہے اور افراط و تفریط سے پاک ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

”وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا“ (البقرة: ۱۴۳)

”اور اسی طرح ہم نے تم کو متوسط اور معتدل اُمت بنایا ہے۔“

وسط اور اعتدال دونوں کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے۔ لغت کی تصریحات کے مطابق اعتدال اور توسط کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ کسی چیز کے دو متضاد اور بالمقابل پہلوؤں کے درمیان کا حصہ اس طرح اختیار کیا جائے کہ ان دونوں پہلوؤں میں سے ہر ایک دوسرے پر غالب نہ آئے اور کسی بھی مرحلے میں افراط یا تفریط کا احساس نہ ہو۔ اسلام کا یہ وصف اعتدال ہمیں تمام تعلیمات میں نظر آتا ہے، خواہ وہ تعلیمات عملی ہوں یا اعتقادی، خواہ اُن کا تعلق عبادات سے ہو یا معاشرت سے، ہر معاملے میں اسلام یہی کہتا ہے کہ اعتدال اور میانہ روی اختیار کرو۔

گزشتہ اُمّتیں عقائد کے باب میں ہمیں دو انتہاؤں پر نظر آتی ہیں: بعض اُمّتوں نے اپنے نبی کے بالکل واضح اور روشن معجزات دیکھنے کے باوجود اُن کا انکار کیا، دوسری طرف کچھ اُمّتیں وہ تھیں جنہوں نے اپنے پیغمبر کو اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ اُمتِ مسلمہ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ صرف کامل ایمان لاتی ہے، بلکہ اُن کے لیے اپنی جان، مال، عزت و آبرو لانے پر تیار ہے، لیکن دوسری طرف اللہ کو اللہ اور اپنے رسول کو رسول مانتی ہے۔

عمل کے باب میں تمام اُمتوں کے احوال پر نظر ڈالی جائے تو صرف اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جادۂ اعتدال پر کھڑی نظر آتی ہے۔ باقی اُمتوں کا حال یہ ہے کہ ایک طرف تو ان اُمتوں کے کچھ لوگ آسمانی شریعت کے خلاف صف آراء نظر آتے ہیں، یہاں تک کہ انجیل اور تورات جیسی آسمانی کتابوں کے احکام میں بھی وہ چند سکوں کے عوض تبدیلی کرنے سے گریز نہیں کرتے، دوسری طرف کچھ لوگ ایسے نظر آتے ہیں جن کی نظر میں شریعت کی اتباع اور ترک دنیا دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

اسلام عبادت کی تلقین تو کرتا ہے، لیکن نہ اس قدر کہ آدمی عبادت کی خاطر سب کچھ چھوڑ بیٹھے، اس سلسلے میں وہ مشہور واقعہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ کچھ صحابہ کرام نے باہم طے کیا، ایک نے کہا کہ: میں دن میں مسلسل روزے رکھوں گا۔ دوسرے نے کہا کہ: میں رات کو لگا تار نمازیں پڑھوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ: میں نکاح نہیں کروں گا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، میں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور میں نے نکاح بھی کیے اور میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، اس ارشاد مبارک کا منشا یہی ہے کہ اسلام کو ہر معاملے میں اعتدال مطلوب ہے، آپ روزہ بھی رکھیں اور افطار کر کے اپنے جسم کو پاکیزہ و حلال غذاؤں سے لطف اندوز ہونے کا موقع بھی فراہم کریں، آپ نمازیں بھی پڑھیں، لیکن نیند کے ذریعے اپنے بدن کو آرام بھی دیں:

”حدثنا سعيد بن أبي مریم، أخبرنا محمد بن جعفر، أخبرنا حمید بن أبي حمید الطویل أنه سمع أنس بن مالک - رضی اللہ عنہ - یقول: جاء ثلاثة رهط إلى بیوت أزواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسألون عن عبادة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما أخبروا كأنهم تقالوها، فقالوا: وأین نحن من النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قد غفر له ماتقدم من ذنبه وما تأخر. قال أحدهم: أما أنا فإنی أصلی اللیل أبداً وقال آخر: أنا أصوم الدهر، ولا أفطر وقال آخر: أنا اعتزل النساء، فلا أتزوج أبداً، فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: أنتم الذین قلتم کذا وکذا؟ أما واللہ! إنی لأخشاکم للہ وأتقاکم له، لکنی أصوم وأفطر وأصلی وأرقد وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔“

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ج: ۷، ص: ۲، ط: دار الشعب)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین افراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت

کی بابت استفسار کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس تشریف لائے، جب انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق بتلایا گیا تو انہوں نے اسے کم سمجھتے ہوئے کہا کہ: کہاں ہم اور کہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم؟! ان کے تو اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں، ان میں سے ایک نے کہا کہ: میں پوری زندگی ساری رات نماز پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے نے کہا کہ: میں ساری عمر روزہ رکھوں گا۔ تیسرا بولا کہ: میں عورتوں سے دور رہوں گا، کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ: تم لوگوں نے یہ یہ باتیں کہی ہیں؟! بخدا! میں تم لوگوں سے زیادہ خدا کا خوف اور تقویٰ رکھتا ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں، راتوں کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور نیند بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، (یہ میرا طریقہ ہے) جو شخص میری سنت اور طریقے سے منہ موڑے گا، اس کا مجھ سے کچھ لینا دینا نہیں۔“

معاشرتی اعتدال کا نمونہ دیکھنا ہو تو اقلیتوں کے تحفظ کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات کو دیکھ لیا جائے کہ اسلام انہیں کیا حقوق فراہم کرتا ہے:

”حدثنا سليمان بن داود المهری، أخبرنا ابن وهب، حدثني أبو صخر المدیني، أن صفوان بن سليم، أخبره عن عدة من أبناء أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، عن آبائهم دنية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ألا من ظلم معاهدا، أو انتقصه، أو كلفه فوق طاقته، أو أخذ منه شيئا بغير طيب نفس، فأنا حبيجه يوم القيامة۔“ (سنن أبي داود، كتاب الجهاد، ج: ۳، ص: ۱۰۰، ط: دار الفكر)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوب سن لو! جو شخص مسلمانوں کے ملک میں رہنے والے کسی معاہد اور ذمی پر ظلم کرے، اس کی توہین کرے، اسے اس کی وسعت اور طاقت سے زیادہ کا مکلف بنائے یا اس سے کوئی چیز اس کی رضامندی کے بغیر لے گا تو میں قیامت کے دن اس غیر مسلم کے ساتھ ہو کر اس مسلمان سے حق کا مطالبہ کروں گا۔“

جنگ کے جذباتی ماحول میں، جہاں ایک دوسرے کے خلاف انتہائی قدم اٹھانے سے کوئی دریغ نہیں کرتا، وہاں بھی اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اعتدال کی راہ دکھائی ہے، چنانچہ مجاہدین اسلام کے لیے جنگ کے آداب وضع کیے گئے، حکم دیا گیا کہ کسی بوڑھے، عورت اور بچے کو قتل نہ کرو، انسانیت کی توقیر و

احترام کا درس دیا گیا کہ قتل ہونے کے بعد اپنے جانی دشمن کے اعضاء نہ کاٹو:

”عن خالد بن الفزr ، حدثني أنس بن مالك ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : انطلقوا باسم الله وبالله وعلى ملة رسول الله ، ولا تقتلوا شيخاً فانياً ولا طفلاً ولا صغيراً ولا امرأة ، ولا تغلوا ، وضموا غنائمكم ، وأصلحوا وأحسنوا إن الله يحب المحسنين“

(سنن أبی داود، کتاب الجہاد، ج: ۳، ص: ۳۷، ط: دار الفکر)

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین اسلام کو احکام دیتے ہوئے فرمایا کہ: اللہ کا نام لے کر اللہ پر بھروسہ کر کے اور اُس کے رسول کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے جاؤ، بوڑھے ضعیف شخص، بچے اور عورت کو قتل مت کرنا، مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا، (بلکہ) مال غنیمت کو اکٹھے رکھنا، اصلاح کرنا اور نیک کام کرنا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو پسند کرتے ہیں۔“

”ثم أمر النبي صلى الله عليه وسلم بلالا أن يدفع إليه اللواء فحمد الله صلى الله عليه وسلم ، ثم قال : خذ ابن عوف فاغزوا جميعاً في سبيل الله ، فقاتلوا من كفر بالله، لا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا وليداً، فهذا عهد الله وسيرة نبيه صلى الله عليه وسلم“

(المستدرک علی البخسین، ج: ۴، ص: ۵۸۲، ط: دار الکتب العلمیہ)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجتے وقت) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ انہیں جھنڈا دے دو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: یہ جھنڈا لو اور سب اللہ تعالیٰ کے راستے میں جا کر اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والوں سے لڑو، مال غنیمت میں خیانت مت کرنا، دھوکہ مت دینا، کسی مقتول کا مثلہ نہیں کرنا (ناک کان مت کاٹنا)، کسی بچے کو قتل نہیں کرنا، یہی اللہ کا عہد اور اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور طریقہ ہے۔“

فتنہ و فساد اور قتل ناحق کے بارے میں اسلام سے زیادہ کسی مذہب نے اس کی مذمت نہیں کی۔

اسلام سراپا امن والا مذہب ہے، اسلام ہر طرف امن و سلامتی دیکھنا چاہتا ہے۔ اسلام سے زیادہ انہماک و تفہیم کا قائل کوئی دوسرا مذہب نہیں ہے۔ اسلام میں نہ جبر و اکراہ ہے، نہ ظلم و زیادتی ہے، نہ حق تلفی اور نا انصافی ہے، بلکہ ہر معاملے میں اس کا رویہ مصالحت آمیز اور روادارانہ ہے۔

انتہاء پسندی کی روک تھام کے لیے ریاست پر بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ:

۱:- ریاست ایسا ماحول فراہم کرے کہ مسلمان باہم اخوت و بھائی چارہ کو فروغ دیں، اور آپس کے ٹکراؤ اور اختلاف و انتشار کے تمام اسباب سے دور رہیں۔

۲:- سادگی کو فروغ دیں، اس لیے کہ سادگی اسلامی معاشرے ہی کی نہیں، بلکہ ہر معقول معاشرے کی ضرورت ہے۔

۳:- اسراف اور فضول خرچی سے اجتناب کریں، کیوں کہ اسراف سے صرف تکبر اور سرکشی ہی پیدا نہیں ہوتی، بلکہ اس سے معاشرے میں طبقاتی منافرت اور انتہاء پسندانہ رویہ بھی پیدا ہوتا ہے جو معاشرتی زندگی کے لیے زہر قاتل کی حیثیت رکھتا ہے۔

۴:- ریاست پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ایک ایسا معاشی و سماجی نظام یقینی بنایا جائے جہاں غریب، غریب تر اور امیر، امیر تر نہ ہو اور رزق حلال کمانے کے مواقع سب کو مساوی طور پر میسر ہوں۔

۵:- ریاست کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ امن و امان کی صورت حال کو بہتر بنائے، بد امنی کی بنا پر جانوں کے عدم تحفظ کا احساس بھی انتہاء پسندانہ سوچ پیدا کرتا ہے۔

۶:- مسلم حکومتیں ریاستی اور عالمی سطح پر اسلام کے متعلق اسلام دشمنوں کا پھیلا ہوا منفی تاثر دور کرنے کے لیے اپنے وسائل استعمال کریں اور عالمی پلیٹ فارموں پر بلا جھجک کھل کر اسلام اور مسلمانوں کا موقف پیش کریں، اور مسلمانوں کے دامن پر لگائے گئے بے جا الزامات کا مقدمہ لڑیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو پیغمبر اسلام کی تعلیمات پر صحیح معنوں میں عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین